قادیانیوں کے قبولِ اسلام میں اصل رکاوٹ

مشتاق احمد چنیوٹی

۲۶رمئی ۲۰۰۸ء کو انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر اہتمام ایوانِ اقبال لاہور میں صد سالہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے تمام مکاتبِ فکر کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ کانفرنس کے دو سیشن ہوئے۔ پہلے سیشن کے مہمانِ خصوصی سابق صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ تھے۔ انھوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں قادیانی عقائد ونظریات پر تبصرہ کرنے کے علاوہ اس جانب بھی توجہ دلائی کہ علماء کرام کو حکمت وتدبر کے ساتھ قادیانیوں کو دعوتِ اسلام دینی چاہیے۔ کئی برس ہوئے ایک دفعہ قاضی حسین احمد امیر جماعتِ اسلامی پاکستان نے بھی تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقدہ مسلم کالونی چناب نگر میں آمد کے موقع پر یہ بات کہی تھی کہ علماء کرام کو قادیانیوں کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ دعوتِ حق دینی چاہیے۔ ان کو جب اصل حقائق بتائے گئے جن کا تذکرہ آئندہ سطور میں آرہا ہے تو وہ دل مسوس کر رہ گئے اور اپنے خطاب میں انھوں نے قادیانیوں کو قبولِ اسلام میں درپیش رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطالبہ کیا۔

بات کی وضاحت کے لیے ہمیں ماضی کے جھروکے سے جھانکنا ہوگا۔ مرزا بشیر الدین محمود اور اس کے پیروکاروں نے قادیان کے فضائل ومناقب کا خاصا چرچا کیا۔ قادیانیوں کے سرکاری اخبار "الفضل" کی فائلیں ان فضائل سے بھری پڑی ہیں۔ یہاں تک کہنے کی جسارت کی گئی کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اب جس نے دودھ لینا ہو وہ قادیان آئے۔ چنانچہ قادیانی اور سادہ لوح مسلمان دونوں گروہ قادیان آنے لگے اور قادیان کی رونق دوبالا ہوگئی۔ مسلمان مفت رہائش اور خوراک نیز نوکری اور شادی کے لالچ میں قادیان پہنچنے لگے۔ اس غرض کے لیے انھوں نے اپنے مال واسباب بیچ ڈالے۔ کچھ عرصہ تو وہ لنگر خانہ کی روٹیاں توڑتے رہے لیکن آخر کار انھیں احساس ہوا کہ:

(۱)　قادیان میں کاروبار کرنے کے وسائل اور امکانات میسر نہیں ہیں۔

(۲)　قادیان میں کوئی تفریح گاہ اور ظاہری جاذبیت نہیں ہے۔

اب لوگوں نے قادیان چھوڑنے کا ارادہ کیا لیکن مکان فروخت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے کہ مکان جس سرزمین پر تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ مرزا محمود کی ملکیت تھی، زیادہ سے زیادہ اپنا ملبہ اکھاڑ کر لے جا سکتے تھے۔

ان نو وارد حضرات کے ارادوں کی اطلاع قادیانیوں کو ہوئی تو انھوں نے ان کا لنگر سے کھانا بند کر دیا۔ دوسری طرف ان کی جمع پونجی ختم ہو چکی تھی۔ گھر کا سامان بیچنا چاہا تو قادیان میں کوئی خریدار نہ ملا۔ اس طرح وہ بے چارے قادیانیت

کے جال میں پھنس کر رہ گئے۔

۱۹۳۴ء میں قادیان میں احرار کانفرنس منعقد کرنے پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو چھے ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ شاہ جی کی اپیل پر مسٹر جی ڈی کھوسلہ نے اس سزا کو کالعدم قرار دیتے ہوئے جو تاریخی فیصلہ دیا تھا وہ بیسیوں مرتبہ چھپ چکا ہے، خود قادیانیوں نے بھی اسے شائع کیا تھا۔ قادیان میں مرزائی آمریت کا مسٹر کھوسلہ نے بھی اپنے فیصلہ میں ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

قادیانی مقابلۃً محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں تمرانہ غرور پیدا کیا۔ انھوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لیے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنھیں ناپسندیدہ کہا جائے گا، جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا، انھیں مقاطعۂ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت گردی کی فضا پیدا کی بلکہ بسا اوقات انھوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والنٹیر کور) مرتب ہوا اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ ''لمن الملک الیوم'' کا نعرہ بلند کرنے کے لیے طاقت پیدا کی جائے۔ انھوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لیے، دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی، دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے باہر نکالا گیا۔ یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انھوں نے مکانوں کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو احرار کے تخیل ہی کا نتیجہ سمجھ نہ لیا جائے۔ چند ایسی مثالیں بیان کر دینا چاہتا ہوں مقدمے کی مثل میں شامل ہیں۔

سزائے اخراج:

کم از کم دو اشخاص کو قادیان سے اخراج کی سزا دی گئی۔ اس لیے کہ ان کے عقائد مرزا کے عقائد سے متفاوت تھے۔ اس سزا کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فاضل جج لکھتے ہیں:

> ''مرزا بشیر الدین محمود نے تسلیم کیا ہے کہ قادیان میں عدالتی اختیارات ہوتے ہیں اور میری عدالت سب سے آخری عدالت اپیل ہے۔ عدالت کی ڈگریوں کا اجراء عمل میں آتا ہے اور ایک واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ڈگری کے اجراء میں ایک مکان فروخت کر دیا۔ اسٹامپ کے کاغذ قادیانیوں نے خود بنا رکھے ہیں۔ جو ان درخواستوں اور عرضیوں پر لگائے جاتے ہیں جو قادیانی عدالتوں میں دائر ہوتی ہیں۔ قادیان میں ایک والنٹیر کور کے موجود ہونے کی شہادت گواہ نمبر ۴۰ مرزا شریف احمد نے دی ہے۔''

اس کے بعد مسٹر کھوسلہ نے عبدالکریم مباہلہ پر قاتلانہ حملہ میں اس کے ضامن محمد حسین کے مارے جانے کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اسی طرح محمد امین نامی ایک سرکش مرزائی کو مرزا محمود کے اشارے پر چودھری فتح محمد نے کلہاڑی کی ضرب سے ہلاک کیا۔ قاتل نے عدالت میں اپنے جرم کا اقرار کیا لیکن اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

ان واقعات کے نقل کرنے کے بعد مسٹر کھوسلہ خلاصۂ کلام کے طور پر لکھتے ہیں:

''یہ افسوسناک واقعات اس بات کی منہ بولتی تصویر ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آتش زنی اور قتل تک کے واقعات ہوتے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک اسقف اعظم کے اخلاق کا انوکھا مظاہرہ ہیں جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا بھی مدعی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلے میں) حکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہو چکے تھے۔ دینی، دنیوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوتی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔''

تفصیلات کی گنجائش نہیں ہے۔ قادیان کا اجمالی جائزہ لینے کے بعد ہم چناب نگر (ربوہ) کا جائزہ لیتے ہیں تو درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں:

(۱)　قادیانیوں نے ایک ہزار چونتیس ایکڑ زمین لیز پر حکومتِ پاکستان سے حاصل کی۔ بعد ازاں صدر انجمن احمدیہ کے نام انتقال کرا لیا۔ قادیانی اس سرزمین پر مکان تو تعمیر کر سکتے ہیں، زمین اپنے نام رجسٹری نہیں کرا سکتے۔

(۲)　مسلمانوں سے معاشرتی بائیکاٹ کی وجہ سے مختلف برادریوں اور خاندانوں سے تعلق رکھنے والے قادیانیوں نے نسل در نسل باہم رشتہ داریاں کیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

(۳)　قادیانیوں نے اپنا نیٹ ورک اتنا مضبوط بنا رکھا ہے کہ جو قادیانی مسلمان ہو جائے وہ فوری طور پر اپنے مکان، معاشی ذرائع اور بیوی بچوں سے محروم ہو جاتا ہے، اب دین کی خاطر سب کچھ چھوڑ دینے قرونِ اولیٰ والا جذبہ وہ نومسلم کہاں سے لائیں۔ دوسری طرف افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والی جماعتیں ان نومسلموں کو سنبھالنے کے وسائل نہیں رکھتیں، دوسری دینی وسیاسی جماعتوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ وہ اس مسئلہ کو سنجیدگی سے نہیں لے رہیں۔ قادیانی مسلمان ہو کر، تمام دینی آسائشوں اور اعزہ واقارب سے جدا جدا ہو کر جائیں تو کہاں جائیں۔ ایک ایسے ہی سابق قادیانی نے انتہائی بے چارگی کے عالم میں کہا تھا کہ اگر مجھے پتا ہوتا کہ مسلمان مجھے سہارا نہیں دیں گے تو میں دریائے چناب میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لیتا۔

کتنے ہی قادیانی اپنی جماعت اور سربراہوں کی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنے ہیں۔ بیسیوں افراد قتل کیے گئے، سیکڑوں افراد کا معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ کیا گیا۔ ہزاروں افراد گستاپوطرز کے قادیانی نظم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ قادیانیت چھوڑنا چاہتے ہیں لیکن مہنگائی کے اس ظالم دور میں وہ سب کچھ چھوڑ دینے کا دھکا برداشت نہیں کر سکتے۔ جائیں تو کہاں جائیں۔ تحفظ ختم نبوت کے میدان میں اپنی زندگیاں صرف کرنے والے علماء کرام کا یہ متفقہ تجزیہ ہے کہ اگر حکومت چناب نگر (ربوہ) کے قادیانیوں کے انسانی حقوق کا احترام کرے، اس شہر کے باشندوں کو اپنی رہائشی جگہوں کے مالکانہ حقوق مل جائیں، انجمن احمدیہ کے نام زمین کی رجسٹریشن منسوخ کر دی جائے تو قادیانیت کے قلعہ پر یہ ایک کاری ضرب ہو گی اور اس سے اس فتنہ کے محدود ہونے میں انتہائی مدد ملے گی۔ اس طرح یہ گیند اب حکومت کے کورٹ میں ہے۔ دیکھئے حکومتِ پاکستان اس حساس مسئلہ کی طرف (جو کہ علماء کرام کا دیرینہ مطالبہ بھی ہے) کب متوجہ ہوتی ہے؟